

ادارہ

تابعین ہر امر کی باتیں

حضرت یونس بن عبید رحمہ اللہ

یونس نام۔ ابو عبید کنیت۔ بنی عبد قیس کے غلام تھے۔ حدیث میں اپنے عہد کے نہایت ممتاز حفاظ میں سے۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں۔ "کان ثقہ کثیر الحدیث" صحابہ میں انہوں نے انس بن مالک کو دیکھا تھا۔ لیکن ان سے فیض یاب نہ ہو سکے۔ انہوں نے زیادہ تر حضرت حسن بصری سے استفادہ کیا تھا حضرت یونس بن عبید کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ آپ کی دیانت اور ایمان داری کے بے شمار واقعات ہیں ایک مرتبہ ایک عاص مقام پر ریشم کا نرخ بہت چڑھ گیا تھا۔ انہیں معلوم ہوا۔ تو انہوں نے ایک دوسرے مقام کے ریشم فروش سے تیس ہزار کار ریشم خرید لیا۔ بعد میں ان کو خیال آیا۔ تو اس بیچنے والے سے پوچھا۔ تم کو فلاں مقام پر مال کے نرخ چڑھنے کی خبر تھی۔ اس نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا۔ تو میں اپنا مال کیوں فروخت کرتا۔ یہ جواب سنا تو دیر لیکر مال واپس کر دیا۔

حضرت کعب بن سور رحمہ اللہ

ایک ممتاز تابعی ہیں۔ حضرت عمر فاروق کے ہم صحبت و ہم مجلس تھے۔ نہایت ذہین اور طباع تھے۔ عہد فاروقی میں وہ بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے اور عہد عثمانی میں بھی اسی عہدہ پر متمکن رہے۔ ان کے تقرر کا واقعہ یہ ہے کہ کعب ایک مرتبہ حضرت عمر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی۔ اور کہا کہ میں آپ کے پاس دنیا کے ایک بہترین آدمی کی شکایت لے کر آئی ہوں۔ کوئی آدمی عمل میں اس پر سبقت نہیں لے جاسکتا۔ اور اس کے جیسا عمل نہیں کر سکتا وہ قیام لیل میں صبح کر دیتا ہے۔ روزے میں سارا دن گزار دیتا ہے۔ اتنا کہنے کے بعد اس عورت کو شرم دامن گیر ہوئی اور اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ کہ امیر المؤمنین مجھے معاف فرمائیے۔ آپ نے فرمایا خدا تم کو جزاء خیر دے۔ تم نے ابھی تعریف کی میں نے تم کو معاف کیا۔ اس کے بعد وہ عورت چلی گئی۔ اس کے واپس جانے کے بعد کعب نے حضرت عمر سے کہا کہ امیر المؤمنین! اس عورت نے آپ کے سامنے نہایت بلیغ ویرا یہ میں شکایت پیش کی ہے۔ فرمایا کیسی شکایت کعب نے کہا اپنے شوہر کی (یعنی وہ رات دن عبادت میں مشغول رہتا ہے اور اس کی طرف ملتفت نہیں ہوتا یہ سن کر حضرت عمر نے عورت کو بلوا کر کعب سے کہا تم دونوں کا فیصلہ کرو۔ کعب نے عرض کیا آپ کی موجودگی میں میں فیصلہ کروں؟ فرمایا جس چیز کو تم نے سمجھ لیا میں نہ سمجھ سکا۔ اس کا فیصلہ بھی تم ہی کو کرنا چاہئے کعب نے کلام پاک کی آیت سے استدلال پر کہ جب قرآن میں چار بیویوں کی اجازت ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے۔ کہ ہر چار شہانہ یوم میں ایک شہانہ یوم ہر بیوی کا حق ہوا۔ تو تنہا ایک بیوی کا کم سے کم یہی حق ہوگا۔ اس عورت کے شوہر کو تین دن روزہ رکھنے اور ایک دن بیوی کے لئے افطار کرنے اور تین رات عبادت کرنے اور ایک رات بیوی کے پاس رہنے کا حکم دیا۔

حضرت عمرؓ سے استدلال کیا کہ ہر بیوی کا حق روزہ رکھنے اور ایک دن بیوی کے لئے افطار کرنے اور تین رات عبادت کرنے اور ایک رات بیوی کے پاس رہنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس وقت ان کو بصرہ کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔

(ماخوذ)

کشف سبائیت

اس لئے یہاں آپ کا سندیلوی صاحب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حوالہ دینا اگر بالفرض درست بھی ہوتا تو تب بھی اس سے آپ کی عبارت طرز استدلال اور نتیجہ استدلال کی سبائیت نہ تو تبدیل بئینیت ہی ہو سکتی تھی اور نہ اسمیں کچھ تخفیف ہی آسکتی تھی حالانکہ اب تو آپ کا انکو اپنی صفائی میں پیش کرنا ہے ہی بالکل غلط اور بالکل بے محل جیسا کہ تفصیل ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت علیؑ پر مظہری بہتان

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو اپنی صفائی میں قاضی صاحب کا پیش کرنا اس لئے غلط ہے کہ حضرت علیؑ نے کہیں بھی یہ استدلال حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا۔ قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے اس استدلال کو خود حضرت علیؑ کا پیش کردہ استدلال جو کہا ہے تو یہ انکا حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ پر بہتان ہے۔ میں قاضی صاحب کو حضرت علیؑ پر مظہری بہتان تراشی کا بہت بڑا الزام دے رہا ہوں انکو چاہیے کہ وہ میدان میں اتریں اور اپنے آپ کو اس الزام سے بری ثابت کرنے کیلئے ہمیں بتائیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے موقف کی تائید میں خود یہ استدلال کب اور کہاں پیش کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استدلال صرف اتنا ہی منقول ہے جتنا قاضی نے سندیلوی صاحب کی عبارت میں "البدایہ والنہایہ" کے حوالہ سے نقل کیا ہے یعنی "انما الناس مع الہماجرین والانصار الخ" اور "انما ہذا للبدیریین دون غیرہم" اور بس رہا اس سے آگے آیت "والسابقون الاولون" اللہ سے بھی اس موقع پر خود حضرت علیؑ کا استدلال کرنا؟ تو یہ ابھی تک قاضی صاحب کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے جسکا کوئی ثبوت انہوں نے پیش نہیں کیا۔ سندیلوی صاحب نے اس آیت کو حضرت علیؑ کی رائے کا اگر ماخذ قرار دیا ہے تو وہ انکا کا اپنا ایک خیال ہے خود حضرت علیؑ کا استدلال ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ حضرت علیؑ اس آیت سے خود استدلال کر ہی کیسے سکتے تھے جبکہ خود حضرت قاضی صاحب نے ہی یہ تصریح کر دی ہے کہ دور صحابہ میں صحابہ کے پیش نظریہ نصوص نہ تھیں۔ اس وقت صحابہ نے اجتہاد کی بنا پر اپنا اپنا موقف اختیار کیا تھا (خارجی فتنہ ص ۵۳۴ ج ۱)

لہذا قاضی صاحب کا حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے اس استدلال کے بارے میں یہ کہنا کہ

"میں نے تو آیت والسابقون الاولون اللہ سے ہی استدلال پیش کیا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے اپنے موقف کی تائید میں خود پیش فرمایا تھا"

یہ اگر حضرت علیؑ پر انکا بہتان نہیں ہے تو وہ اسکا ثبوت پیش کریں۔ ورنہ پھر بہتان تو بہر حال بہتان ہی ہے خواہ ابوریحان کا قاضی صاحب پر یا قاضی صاحب کا ہو حضرت علی المرتضیٰؑ پر ہمارا جتنی بات ضرور ہے کہ جتنا فرق قاضی صاحب اور حضرت علی المرتضیٰؑ میں ہے اتنا ہی فرق ابوریحان کے بہتان میں (جبکہ وہ ثابت ہو جائے) اور قاضی صاحب کے بہتان میں بھی ہوگا۔

جب تک قاضی صاحب اسکا کوئی ثبوت پیش نہیں کرتے کہ حضرت معاویہؓ کے خلاف انکا یہ استدلال خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی پیش کردہ استدلال ہے اس وقت تک ان کے اس استدلال کو انکا اپنا استدلال ہی سمجھا جائیگا۔ جس کے ہر قسم کے نتیجہ کے ذمہ دار بھی وہ خود ہی قرار پائیں گے اور ان پر ہمارا اعتراض بھی اس وقت تک بحال رہے گا۔ دیکھیے قاضی صاحب اس بار ثبوت سے کب عمدہ برآ ہوئے ہیں اور کب ہمارے اعتراض کا جواب دیتے ہیں؟

سندیلوی عبارت سے مظہری استناد کی حقیقت

باقی رہا قاضی صاحب کا اپنی صفائی میں سندیلوی صاحب کی عبارت کو پیش کرنا اور یہ کہنا کہ "میں نے تو ----- اس سلسلے مولانا سندیلوی کی ہی عبارت پیش کی تھی" (ص ۶۳) نیز یہ کہ حضرت علیؑ کے خود پیش کردہ استدلال کو "نقل کرنے والے بھی مولانا سندیلوی ہیں" (ص ۳۸) یہ بھی قاضی صاحب کو ہرگز ہرگز مفید نہیں کیونکہ حضرت علیؑ کے جس استدلال کو سندیلوی صاحب نے قاضی صاحب کے بقول نقل کیا ہے جب سرے سے وہ استدلال ہی حضرت علیؑ کا ثابت نہ ہوا تو اصولی طور پر سندیلوی صاحب کی وہ نقل اور عبارت ہی سرے سے بے بنیاد ہوئی اور ایسی بے بنیاد نقل و عبارت سے استناد اور وہ بھی ایک جلیل القدر مجتہد صحابیؓ کے خلاف؟ جتنا کچھ مفید اور موثر ہو سکتا ہے سب جانتے ہیں۔ لہذا اس اعتبار سے بھی حضرت معاویہؓ کے خلاف اس آیت سے قاضی صاحب کا استدلال خالص خود انکا اپنا ہی استدلال قرار پاتا ہے اور اس قسم کے نتیجے کے ذمہ دار بھی وہ خود ہی ٹھہرتے ہیں۔

قاضی صاحب چاہتے تو سندیلوی صاحب کی اس نقل و عبارت کو ہی غلط قرار دے سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے تو حضرت معاویہؓ کے اجتہادی موقف کو ہی بہر صورت غلط ٹھہرانا تھا اس کیلئے ایسی بے بنیاد نقل و عبارت کا سہارا بھی انکو کافی تھا لہذا انہوں نے اس بے بنیاد نقل و عبارت کو تو صحیح فرض کر لیا اور اسکی بنیاد پر حضرت معاویہؓ کے موقف کو بڑی تعدی کے ساتھ غلط قرار دیدیا۔ اسپر بھی غرہ انکو یہ ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کی شرعی عظمت کا پورا پورا تحفظ کیا ہے۔

یہ تو گفتگو تھی قاضی صاحب کے لکھے ہوئے کے مطابق لیکن جہاننگ امر واقعہ کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ آیت "اتباع باحسان" سے سندیلوی صاحب کے جس استدلال کو قاضی صاحب نے اسی آیت سے اپنے استدلال کی بنیاد بنایا ہے وہ استدلال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیش کردہ نہیں بلکہ سندیلوی صاحب کا ہی پیش کردہ ہے سندیلوی صاحب اس کے ناقل نہیں بلکہ خود ہی اس کے مستدل ہیں لیکن یہ بیوند وہی استدلال ہرگز نہیں ہے جو اس آیت سے قاضی صاحب نے بیان کیا ہے۔

صاحب نے کیا ہے (جسکو قاضی صاحب غلطی سے حضرت علیؑ کا پیش کردہ استدلال کہہ رہے ہیں) بالکل غلط ہے ان سندیلوی و مظہری دونوں استدلالوں میں نسبت توافق کی ہرگز نہیں بلکہ تضاد کی ہے۔ کیونکہ

الف: سندیلوی استدلال، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہادی موقف کیلئے تھا جبکہ مظہری استدلال، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی موقف سے متعلق ہے۔

ب: سندیلوی استدلال، حضرت علیؑ کے موقف کی تائید و تصحیح کیلئے تھا جبکہ مظہری استدلال حضرت معاویہؓ کے موقف کی تردید و تخطیط کیلئے ہے۔

ج: سندیلوی استدلال، قاعدہ کے مطابق محض ظنی تھا چنانچہ انہوں نے اپنا استدلال شروع ہی ان الفاظ سے کیا تھا کہ "ان کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رائے کا ماخذ سورة التوبة پارہ ۱۱ کی مندرجہ ذیل آیت تھی" (ماہنامہ حق چار یار ص ۳۸) یہ سندیلوی صاحب اپنا خیال ظاہر کر رہے ہیں۔ اس آیت کو حضرت علیؑ کے موقف کی قطعی دلیل نہیں بنا رہے۔ جبکہ اس کے بالمقابل مظہری استدلال بالکل خلاف قاعدہ قطعی ہے۔ تبھی تو قاضی صاحب اپنے اس استدلال پر سندیلوی صاحب کو یہ چیلنج دیتے ہیں کہ "مسئلہ حالات کا نہیں مسئلہ نص قرآنی کے تھکانا کا ہے" قرآن کا جواب قرآن سے چاہیئے۔ اگر جواب نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے تو "خ" (خارجی فتنہ ص ۷۷ ج ۱) اور ایسی چیلنج بازی، قطعی دلیل اور اس سے قطعی استدلال پر ہی ہو سکتی ہے۔

د: سندیلوی استدلال کا نتیجہ حضرت علیؑ کے موقف کا بالکل صحیح ہونا تھا چنانچہ سندیلوی صاحب نے اس آیت سے استدلال کر کے خود ہی اسکا نتیجہ یوں بیان کیا تھا کہ "شرعی زاویہ نظر سے الٹا موقف بالکل صحیح تھا اسپر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں" (حق چار یار ص ۷۳) جبکہ مظہری استدلال کا نتیجہ حضرت معاویہؓ کے موقف کا بالکل غلط ہونا ہے چنانچہ قاضی صاحب نے اس آیت سے استدلال کر کے خود ہی اسکا نتیجہ یوں بیان کیا ہے کہ "تو اس صورت میں حضرت معاویہؓ کے موقف کو کون صحیح کہہ سکتا ہے" (خارجی فتنہ ص ۷۶ ج ۱)

یہ سب تو اس وقت ہے جبکہ سندیلوی استدلال کو مثبت لیا جائے۔ لیکن اگر اس کا منفی پہلو لیکر مظہری استدلال کی طرح اس کو بھی حضرت معاویہؓ کے خلاف ہی قرار دے لیا جائے تو تب بھی قاضی صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے اس آیت سے وہی استدلال پیش کیا ہے جو سندیلوی صاحب نے نقل کیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں بھی ان دونوں استدلالوں میں کسی طرح سے فرق موجود ہے۔

الہ: سندیلوی استدلال میں مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین کو اس آیت کی رو سے سب مسلمانوں کا متبوع و مقتدا کہا گیا تھا۔ بعد والوں پر ان کی پیروی لازم ہونے کی تعبیر اختیار نہ کی گئی تھی۔ جبکہ مظہری استدلال میں ازروئے نص قرآنی ان کی پیروی لازم ہونے کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ اور کسی کا متبوع و مقتدا ہونا اس سے کسی مسئلہ میں اختلاف کے منافی نہیں ہوتا۔ ایک آدمی اپنے کسی متبوع و مقتدا سے کسی مسئلہ میں اختلاف رائے کر کے بھی بدستور اسکا تابع و مقتدا اور وہ دوسرا آدمی بدستور اسکا متبوع و مقتدا رہ سکتا ہے۔

قاضی صاحب کو ہی لیجئے! وہ، حضرت معاویہؓ، حضرات حکمیں، حضرات عائزہؓ، طلحہ، زبیر و دیگر اصحاب جمل و صفین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو یقیناً اپنا متبوع و مقتدا ہی جانتے، مانتے اور کہتے ہوں گے لیکن اس کے باوجود ان کی جملی و صفینی رائے سے وہ اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ بخلاف کسی کی پیروی کے لازم ہونے کے کہ اس صورت میں اس سے کسی مسئلہ میں اختلاف کرنا اس کے منافی ہوتا ہے، ایک آدمی اپنے کسی ایسے آدمی سے جسکی پیروی اس پر لازم ٹھہرائی گئی ہو اختلاف رائے کر کے اسکا پیرو نہیں قرار پاسکتا۔

لہذا سندیلوی استدلال کا منہ پہلو لیکر اسکو حضرت معاویہؓ کے خلاف بھی اگر بنالیا جائے تو تب بھی انکی اس مقبوعیت و مقتدائیت والی تعبیر میں ان کی طرف سے مدد پیش کئے جانے کی گنجائش بھی موجود ہے۔ یعنی ان کے صفینی موقف کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس نصوص قرآنی کے تقاضا کے خلاف نہ تھا۔ کیونکہ اس نص کا تقاضا سابقین ماجرین و انصار کا متبوع و مقتدا ہونا ہے۔ سو حضرت معاویہؓ بھی انکو اپنے اختلاف کے باوجود اپنا متبوع و مقتدا ہی جانتے اور مانتے تھے، بخلاف مظہری استدلال اور اسکی تعبیر کے کہ وہ حضرت معاویہؓ کے صفینی موقف کو اس نص قرآنی کے خلاف تو ٹھہرتا ہے لیکن اسمیں ان کی طرف سے کسی ایسی توجیہ یا عذر معذرت کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا ہے۔

ب: پھر سندیلوی استدلال میں متبوع و مقتدا ہونا بھی مطلقاً سابقین ماجرین و انصار کا بیان کیا گیا تھا ان میں سے کسی خاص فرد کا متبوع و مقتدا ہونا بیان نہ کیا گیا تھا۔ اور مشاجرات میں چونکہ سب سابقین ماجرین و انصار کا ایک ہی موقف نہ تھا بلکہ خود ان کے بھی مختلف مواقف تھے اس لئے ان میں سے کسی بھی موقف کی اتباع و اقتدا کر کے حضرت معاویہؓ کیلئے اپنے موقف میں نص قرآنی کی مخالفت کے الزام سے بچنے کا موقع سندیلوی استدلال میں موجود تھا۔ اس کیلئے سبھی سابقین ماجرین و انصار کے سبھی مواقف کی اتباع و اقتدا ضروری نہ تھی۔ بخلاف مظہری استدلال کے کہ اس میں چونکہ ماجرین اولین کے ایک خاص فرد یعنی حضرت علیؓ کی پیروی کو لازم بنایا گیا ہے اس لئے اسمیں خاص حضرت علیؓ کی پیروی نہ کرنے کی صورت میں نص قرآنی کی مخالفت کے الزام سے بچنے کا حضرت معاویہؓ کیلئے کوئی موقع نہیں ہے۔ بس یا پیروی یا نص قرآنی کی مخالفت کا الزام۔

ج: نیز سندیلوی استدلال میں سابقین ماجرین و انصار کی اتباع کو رضاء الہی کا سبب سمجھا گیا تھا۔ اور قاعدہ ہے کہ ایک مسبب کے اگر کئی سبب ہوں تو کسی ایک سبب کے نہ پائے جانے سے اس مسبب کا نہ پایا جانا لازم نہیں آیا کرتا۔ لہذا حضرت معاویہؓ اگر سابقین ماجرین و انصار میں سے کسی فریق کی بھی اتباع و اقتدا بالفرض نہ کرتے تو تب بھی ان کا رضاء الہی سے محروم ہونا سندیلوی استدلال کی رو سے لازم نہ آتا تھا اس لئے کہ صحابہؓ سے رضاء الہی کے اور بھی بہت سے اسباب موجود تھے، اس خاص سبب سے نہ سہی دوسرے اسباب سے وہ مسبب بھی جاسکتی تھی۔ بخلاف مظہری استدلال کے کہ اس میں ماجرین اولین و انصار کی اس اتباع کو رضاء الہی کی شرط قرار دیا گیا ہے اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ شرط کے فوت ہو جانے سے مشروط فوت ہو جایا کرتا ہے، لہذا حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت علیؓ یا کسی بھی سابق ماجر و انصار کی اتباع نہ پائی جانے کی صورت میں ان کیلئے رضاء الہی کے نہ پائے جانے کے سوا مظہری استدلال کا اور کوئی نتیجہ نہیں ہو سکتا۔

د: اسی طرح چوتھا فرق دونوں استدلالوں میں یہ بھی ہے کہ سندیلوی استدلال میں قیاس کا صرف ایک ہی مقدمہ مذکور تھا یعنی "سابقین ماجرین و انصار کی اتباع کا سبب رضاء الہی ہونا" اسکا دوسرا مقدمہ یعنی "حضرت معاویہؓ کا ان کی اتباع نہ کرنا" اسمیں مذکور نہ تھا۔ لہذا اس دوسرے مقدمہ کی ذمہ داری سندیلوی صاحب پر نہ تھی بلکہ سندیلوی استدلال سے مظہری استدلال والا سبائی نتیجہ نکالنے کیلئے جو یہ مقدمہ اس میں جوڑتا وہی اس کا ذمہ دار بھی ٹھہرتا بخلاف مظہری استدلال کے اسمیں قیاس کے یہ دونوں مقدمے بالتحریص عبارتہ النص کے طور پر موجود تھے لہذا اس کے سبائی نتیجہ کے ذمہ دار بھی صرف اور صرف قاضی صاحب ہی تھے۔

الغرض آیت اتباع باحسان سے حضرت معاویہؓ کے خلاف قاضی صاحب کے استدلال کی کسی قسم کی ذرہ برابر بھی کوئی ذمہ داری حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ یا سندیلوی صاحب پر نہیں آتی بلکہ اس کے تمام تر ذمہ دار تنہا خود قاضی صاحب ہی اور نہ سندیلوی عبارت سے مظہری عبارت، طرز استدلال اور نتیجہ استدلال کی سبائیت میں کچھ تخفیف ہی آتی ہے حضرت علیؓ کا پیش کردہ تو اس پر اسکا جواب ہے کہ حضرت علیؓ کا پیش کردہ استدلال کھنا

انہر مظہری بہتان ہے۔ اور سند یلوی صاحب نے جو اس آیت سے استدلال کیا ہے تو وہ مظہری استدلال سے مختلف ہے۔ اپنی اصلی یعنی مثبت حیثیت میں تو وہ حضرت علیؑ کے موقف کی تائید و تصحیح کیلئے ہے، حضرت معاویہؓ کے موقف کی تردید و تغلیط کیلئے نہیں جبکہ مظہری استدلال کا مقصد ہی حضرت معاویہؓ کے موقف کی تردید و تغلیط ہے۔ نشان مایہنما۔ کہاں حضرت علیؑ کے موقف کی تائید و تصحیح اور کہاں حضرت معاویہؓ کے موقف کی تردید و تغلیط؟ اور اگر سند یلوی استدلال کو سستی بنا کر اس کو بھی حضرت معاویہؓ کے موقف سے ہی متعلق کر لیا جائے تو پھر بھی سند یلوی اور مظہری استدلال ایک دوسرے سے مختلف ہیں ایک تو اس لحاظ سے کہ سند یلوی استدلال کا نتیجہ حضرت معاویہؓ کا رضاء الہی سے مشرف نہ ہو سکتا اور ان کے موقف کا اس نص قرآنی کے خلاف ہونا، یقینی نہیں جبکہ مظہری استدلال کا نتیجہ اس کے سوا کچھ اور بنتا ہی نہیں۔ اور دوسرا اس اعتبار سے یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں کہ سند یلوی استدلال کی تعبیر میں حضرت معاویہؓ کی طرف سے صفائی پیش کمانے کی گنجائش بھی موجود ہے جبکہ مظہری استدلال کی تعبیر میں یا تو ایسی گنجائش ہے ہی نہیں یا اتنی نہیں۔

لہذا قاضی صاحب اپنے استدلال کی، طرز استدلال کی، غرض استدلال کی اور نتیجہ استدلال کی بات کریں۔ سند یلوی صاحب کی عبارت کو چھوڑیں کہ وہ ان کے مطلب کی نہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو اس سلسلے میں قاضی صاحب، نام بھی نہ لیں کہ ان کا دامن مظہری استدلال سے اس طرح پاک ہے جس طرح دم عثمانؓ سے۔

آیت میں اتباع سے کون سی اتباع مراد ہے؟

آخری مسئلہ اپنے تبصرے کی پہلی قسط میں قاضی صاحب نے یہ اٹھایا ہے کہ آیت "والذین اتبعوہم باحسان" میں مذکور اتباع سے یہاں کوئی اتباع مراد ہے؟

پس منظر اس کا یہ ہے قاضی صاحب نے سند یلوی صاحب کی منہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف آیت اتباع باحسان سے استدلال کرتے ہوئے ان کے بارے میں دو باتیں کھیں تھیں ایک یہ کہ "ان سے اللہ کی رضا مشروط تھی، مہاجرین اولین و انصار کی اتباع باحسان کیساتھ" اور دوسری یہ کہ "یہ اتباع انہوں نے نہیں کی تھی بلکہ اٹھا حضرت علیؑ جیسے مہاجر سابق اور موعود ظلیفہ راشد کی قولی و فعلی مخالفت کی تھی" قاضی صاحب کی ان دونوں باتوں کا منطقی نتیجہ، حضرت معاویہؓ کا اللہ کی رضا سے مشرف نہ ہو سکنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ میں نے مظہری استدلال کا یہ نتیجہ دکھلا کر پہلے تو یہ بتلایا تھا کہ مظہری استدلال کا یہ انداز اور اسکی یہ تعبیر اصول اجتہاد اور حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی کی شان کے خلاف ہے۔ پھر میں نے یہ بتاتے ہوئے کہ حضرت معاویہؓ نے رضاء الہی کی یہ شرط بھی علی وجہ الائم پوری کی تھی اور دیگر صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کی طرح وہ بھی رضاء الہی سے بجا طور پر مشرف تھی ایک بات یہ لکھی تھی کہ

"آیت زیر بحث میں جس اتباع باحسان کا ذکر ہے اس سے تقریباً بالاتفاق اتباع ایمانی و احسانی مراد ہے نہ کہ اتباع اجتہادی اور یہ اتباع حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؑ سمیت تمام ہی السابقون الاولون کی کر کے رضاء الہی کی یہ شرط بھی چونکہ پوری کردی تھی اس لئے اس آیت کی رو سے بھی وہ رضاء الہی سے بجا طور پر مشرف ٹھہرتے ہیں" (مخلصاً)

لیکن قاضی صاحب کو یہ پسند نہ آیا کہ حضرت معاویہؓ رضاء الہی کی یہ شرط پوری کرتے ہوئے نظر آئیں اس لئے انہوں نے میری اس بات کو رد کرنا اور حضرت معاویہؓ کے رضاء الہی کی یہ شرط پوری نہ ہونے کا دعویٰ کرنا شروع کیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اسکا حاصل اسی کے الفاظ میں درج ذیل یہ تین باتیں ہیں۔

الف: مولانا ابورحمان کا یہ حصہ صریح نہیں کہ والدین اتبعو مہم باحسان میں صرف ایمان کی اتباع مراد ہے۔ یہ صرف ایک لفظ ہے دوسری تفاسیر میں ایمان کے علاوہ دوسرے اقوال و اعمال میں بھی اتباع مراد ہے۔

ب: میری بحث مولانا ابورحمان سے اس بات میں ہے کہ کیا حضرت علی المرتضیٰ نے ہی والدین اتبعو مہم سے صرف ایمان میں اتباع مراد لی ہے یا دوسرے امور میں بھی۔ تو مولانا سندیلوی کی تشریح کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ نے ایمان کے علاوہ دوسرے امور میں بھی اتباع مراد لی ہے۔

ج: قرآن مجید کے چوتھے موعودہ عظیمہ راشد جو ماہِ جمادی الاول میں ہے، ان کے ساتھ جنگ کرنا ہی خوبی کہلاتا ہے۔ قرآن میں قابل ہے؟ (ص ۹، ۱۰، ۱۱)

قاضی صاحب، حضرت معاویہؓ کو رضاء الہی والی شرط پوری نہ کرنے والا بنانے پر ہی آخر کیوں بضد ہیں؟

قاضی صاحب کی مذکورہ باتوں کا جواب عرض کرنے سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ آیت اتباع باحسان، سندیلوی صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں پیش کی تھی، میں نے اس کی تردید نہ کی تھی۔ حضرت علیؓ نے اس اتباع سے جو بھی اتباع مراد لی تھی میں نے اسکی تفسیر نہ کی تھی۔ موقف مرتضویؒ کی یہ سندیلوی دلیل میں لے کر توڑی تھی۔ اسکو بے دلیل میں لے کر بتایا تھا۔ کیا تھا تو صرف یہ کہ قاضی صاحب نے اس آیت کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر پلٹتے ہوئے ان پر نص قرآنی کی مخالفت کا جو سببی الزام لگایا تھا میں نے اس سے ان کی براہت بیان کی تھی۔ انکو اس نص قرآنی پر بھی عمل کرتا ہی دکھایا تھا۔ اسی طرح قاضی صاحب نے انکو رضاء الہی والی شرط پوری نہ کرنے والا بتا کر رضاء الہی سے ان کے مشرف نہ ہو سکے کا جو تاثر دیا تھا میں نے اس کا ازالہ کیا تھا، ان کو رضاء الہی والی یہ شرط پوری کرنے والا بتا کر دیگر صحابہؓ کی طرح انکا بھی رضاء الہی سے مشرف ہونا بیان کیا تھا۔

اور اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موقف اور ان کے موقف کیلئے اس آیت سے کئے گئے سندیلوی استدلال پر قطعاً گھبر نہ پڑتی تھی۔ کیونکہ مقابل مجتہدین میں سے ایک مجتہد کے استدلال کا دوسرا مجتہد اگر کوئی جواب دیدے یا اپنے مذہب کے مطابق اسکی کوئی تاویل کر دے تو اس سے مستدل مجتہد کا استدلال ختم یا مجروح نہیں ہو جاتا کرتا۔ بلکہ مجیب مجتہد سے مخالفت نص کا الزام صرف دور ہو جاتا کرتا ہے۔ مثلاً فریدین یا قراءۃ فاتحہ خلف الامام جیسے فقہی اختلافی مسائل میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اگر اولہ شافعیہ کا جواب دیتے یا اپنے مذہب کے مطابق انکی کوئی تاویل کرتے ہیں تو اس سے امام شافعی رحمہ اللہ کے دلائل اور ان سے ان کے استدلال ہی ختم نہیں ہو جاتے اسی طرح بالکس بھی۔ بلکہ مجیب مجتہد سے مخالفت نصوص کا الزام صرف دور ہو جاتا ہے اسی طرح یہاں سمجھئے کہ آیت اتباع باحسان سے سندیلوی صاحب نے حضرت علیؓ کے موقف کی تائید میں استدلال کیا تھا۔ قاضی صاحب نے اصول اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے بالکل خلاف اسکو حضرت معاویہؓ پر پلٹ کر ان پر اس نص قرآنی کی مخالفت کا الزام لگادیا اور انکو رضاء الہی والی یہ شرط پوری نہ کرنے والا بتا کر نتیجہً انکو رضاء الہی سے محروم بنا دیا تھا، میں نے ان کی طرف سے جواب ہی کرتے ہوئے نص قرآنی کی مخالفت والے اس مظہر الزام سے ان کی براہت بیان کی تھی انکو رضاء الہی والی یہ شرط بھی پوری کرنے والا بتا کر ان کو بھی رضاء الہی سے مشرف بنایا تھا اس سے نہ حضرت علیؓ کے موقف پر کوئی زبردستی تھی اور نہ انکا سندیلوی استدلال ہی ختم یا مجروح ہوا تھا۔

سوال یہ ہے کہ پھر قاضی صاحب کے اس موقف کی ضرورت کچھ کیوں پیش آئی؟ حضرت معاویہؓ کی یہ

براءۃ انکو آخر کیوں نہ بنائی؟ انکو ضرور بالضرور رضاء الہی والی یہ شرط پور نہ کرنے والا بنانے پر ہی آخر وہ کیوں بضد ہیں؟ انکو نص قرآنی کی مخالفت کرتا دکھانے پر ہی آخر وہ کیوں مصر ہیں؟ انکو اس نص قرآنی پر بھی عمل کرتا اور رضاء الہی کی یہ شرط بھی پوری کرتا دیکھنا آخر وہ کیوں برداشت نہیں کر سکتے؟

آخر کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے۔

اس کے بعد اب ملاحظہ ہو بالترتیب قاضی صاحب کی مذکورہ باتوں کا جواب۔

میں نے اس اتباع کا حصر نہیں کیا اتباع ایمانی میں

پہلی بات قاضی صاحب نے میرے بارے میں یہ بھی ہے کہ "میں نے آیت اتباع باحسان والی اتباع کا حصر کر دیا ہے اتباع ایمانی میں جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ صرف ایک قول ہے دوسری تفاسیر میں ایمان کے علاوہ دوسرے اقوال و اعمال میں بھی اتباع مراد ہے"

سو اس سلسلے میں پہلی گزارش یہ ہے کہ میں نے اس اتباع کا اتباع ایمانی میں حصر نہیں کیا بلکہ اتباع ایمانی کے بعد اتباع اجتہادی والا احتمال بھی دوسرے نمبر پر بیان کیا ہے۔ جسکی تفصیل میری کتاب کے دوسرے باب میں بیان ہوئی ہے جہاں میں نے اس اتباع کی مراد پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ پر اس نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الہی والی یہ شرط پوری نہ کرنے والا جو الزام لگایا ہے میں نے اس سے حضرت معاویہؓ کی براءت بیان کرتے ہوئے یہاں نمبر وار پانچ باتیں عرض کی تھیں پہلی یہ کہ اس اتباع سے اتباع ایمانی مراد ہے نہ کہ اتباع اجتہادی۔ اور دوسری یہ کہ اگر اتباع اجتہادی بھی مراد لے لی جائے تو چونکہ حضرت معاویہؓ بھی مجتہد تھے اس لئے اتباع اجتہادی، مجتہد نہ مراد ہوگی نہ کہ محض مقتدا نہ اس کے بعد تیسرے، چوتھے اور پانچویں نمبر پر میں نے حضرت معاویہؓ کے اس مظہری استدلال کا غیر تام، مضر اور نقصان دہ ہونا بیان کیا تھا۔

قاضی صاحب نے میری ان تمام باتوں کو تو چھوڑ دیا صرف اتباع کی مراد میں میرا بیان کردہ اتباع ایمانی والا صرف پہلا احتمال لیکر اسکو میری طرف سے اتباع ایمانی میں حصر کرنا بنا دیا اور پھر اس کے غیر صحیح ہونیکا فتویٰ بھی لگا دیا۔ حالانکہ میں نے اتباع ایمانی کے بعد اتباع اجتہادی والا احتمال بھی ذکر کیا تھا جس سے حصر کا شبہ تک بھی باقی نہ رہا تھا۔ لیکن قاضی صاحب نے یہاں میری دوسری باتوں کے ساتھ اس کو بھی یکسر نظر انداز کر دیا۔ اگر وہ دوسری باتوں کو فی الحال نہ چھیڑنا چاہتے تھے تو نہ سہی لیکن جس بات کو چھیڑتا اسکو تو پوری کر لینا چاہیے تھا۔ لیکن قاضی نے وہ بات بھی آدمی لی اور دوسری آدمی چھوڑ دی۔

مجھ سے ان کی عبارت صرف آگے پیچھے ہو گئی تھی تو وہ میری دیانت و امانت کو زیر بحث لے آئے تھے، لیکن

واضح رہے کہ حضرت معاویہؓ کے خلاف اس مظہری استدلال پر ہم نے اپنی کتاب میں دو جگہ گفتگو کی ہے ایک یہاں پہلے باب میں اور دوسری مرتبہ دوسرے باب میں۔ یہاں اسپر گفتگو کا اصل مقصد یہ بتانا ہے کہ اس مظہری استدلال کا طرز و تعبیر، اصول اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے خلاف، مضر اور نقصان دہ ہے۔ اتباع کی مراد بیان کرنا یہاں مقصود اصلی نہیں وہ یہاں صمنا بیان ہوئی ہے اسی لئے اس میں یہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ اور دوسرے باب میں اصل گفتگو ہی چونکہ اتباع کی مراد پر ہے اس لئے وہاں ہم نے اس پر قدرے تفصیل سے گفتگو کی ہے لیکن یہاں بھی ہم صرف ایک اتباع ایمانی والا احتمال ہی ذکر نہیں کیا بلکہ اتباع اجتہادی والا دوسرا احتمال بھی ذکر کیا ہے۔ لہذا قاضی صاحب کا یہ کہنا کہ ہم نے اتباع ایمانی والا احتمال ہی ذکر نہیں کیا غلط ہے۔

یہاں دیکھیں کہ میری عبارت کے ساتھ اپنی اس کتر بیونت کو وہ کیا نام دیتے ہیں؟

دوسری گزارش یہ ہے کہ میں نے تو یہاں اتباع ایمانی والی مراد کیساتھ اتباع اجتہادی والی مراد کا بھی ذکر کیا تھا، اس کے باوجود قاضی صاحب اسکو میرا اتباع ایمانی میں حصر کرنا بتلاتے ہیں لیکن خود انہوں نے حضرت معاویہؓ پر اس نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الہی کی یہ شرط پوری نہ کرنے کا الزام لگایا ہی صرف اور صرف اتباع انتہابی والے ایک احتمال پر ہے۔ اور اس کے ساتھ دوسرا کوئی احتمال انہوں نے ذکر ہی نہیں کیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ قاضی صاحب کا اس اتباع کا اتباع انتہابی میں حصر کرنا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو میں نے تو اتباع ایمانی کے ساتھ یہاں اتباع اجتہادی والا ایک دوسرا احتمال بھی ذکر کیا تھا پھر وہ کیسے اتباع ایمانی میں حصر کرنا ہو گیا؟ اور اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ اس اتباع کا اتباع انتہابی میں قاضی صاحب کا حصر کرنا صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو پھر میں نے اگر بالفرض اس اتباع کا اتباع ایمانی میں حصر کیا ہی تھا تو وہ کیسے غیر صحیح ہو گیا؟ اور اگر قاضی صاحب کا یہ حصر بھی غلط ہے تو جو غلط کام وہ خود مجھ سے پہلے کر چکے ہیں اسکا مجھ پر اعتراض کیسے کر رہے ہیں اور کیسے کر سکتے ہیں؟

تیسری گزارش یہ ہے کہ آیت زیر بحث والی اتباع کی مراد میں اتباع ایمانی والا احتمال تو قاضی صاحب بھی ماننے ہی ہیں لہذا جب تک پہلے وہ اس احتمال کو ختم نہیں کر دیتے اس وقت تک حضرت معاویہؓ کے خلاف، اتباع انتہابی کے احتمال پر اس آیت سے الکا استدلال "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" کے منابطہ کے تحت باطل ہے۔ قاضی صاحب پہلے اتباع ایمانی و اجتہادی وغیرہ والے تمام احتمالات کو باطل کریں پھر اتباع انتہابی کے احتمال پر حضرت معاویہؓ کے خلاف اس آیت سے استدلال کریں۔ واذلیس فلیس۔ دیگر احتمالات کے ہوتے ہوئے اتباع انتہابی والے منجملہ ایک احتمال کی بنیاد پر حضرت معاویہؓ کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ ہاں اتباع انتہابی والے احتمال کے ہوتے ہوئے اتباع ایمانی وغیرہ والے کسی بھی احتمال کی بنیاد پر انکو نص قرآنی کی مخالفت وغیرہ کے اس مظہری الزام سے بری ضرور قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ الزام کیلئے تو یقینی دلیل درکار ہوا کرتی ہے جبکہ براۃ الزام کیلئے شک بھی کافی ہو جایا کرتا ہے۔ مجھے تو صرف منابطہ کی حد تک ہی یہ بات معلوم ہے اور قاضی صاحب کا توساری زندگی کا یہ عملی تجربہ بھی ہے۔

چوتھی گزارش یہ ہے کہ آیت زیر بحث والی اتباع کی مراد میں جب قاضی صاحب کے نزدیک بھی مختلف و متعدد ہوں تو صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے بارے میں ان میں سے وہی مراد لیجائیگی جو صحابہؓ کی شان کے مطابق ہوگی۔ وہ نہ لیجائیگی جو کسی صحابی کی شان کے خلاف ہو یا جس سے کسی صحابی پر کوئی الزام آتا ہو۔

بنا بریں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بالفرض اس آیت سے اگر خود بھی استدلال کیا اور اس اتباع سے انتہابی اتباع مراد لی ہے تو یہاں چونکہ یہی مناسب ہے اس لئے یہاں یہی اتباع مراد لیں گے۔ لیکن دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر چونکہ اس مراد سے الزام آتا ہے لہذا وہاں یہ مراد نہ لیں گے بلکہ ان کی طرف سے جوابدہی کرتے ہوئے وہاں اتباع ایمانی وغیرہ ہی مراد لیں گے۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف و استدلال بھی صحیح رہے گا اور دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس نص قرآنی کی مخالفت وغیرہ کا الزام بھی عائد نہ ہوگا۔

اور تھے چونکہ دونوں ہی بزرگ مجتہد اور ہر مجتہد کو اپنے اجتہادی موقف سے متعلقہ نص کی استدلالی یا جوابی تاویل کا چونکہ حق حاصل ہوتا ہے لہذا یہاں بھی حضرت علی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) دونوں ہی بزرگوں کو اپنے اپنے اجتہادی موقف کے پیش نظر اس اتباع کی مراد متعین کر نیک پورا پورا حق حاصل ہوگا۔ ایک کی تاویل سے دوسرے کا حق تاویل ختم نہ ہوگا۔ اور ہر ایک کی تاویل اسی کے موقف کی بس تائید ہی کرے گی، بد مقابل دوسرے مجتہد کے موقف کی تردید نہ کریگی۔ جیسا کہ اجتہادی دلائل کی شان ہوا کرتی ہے۔ جس پر تفصیل گفتگو میں اپنی کتاب "سبائی فقہ" کی دوسری جلد میں کر چکے ہیں۔